***Journal of Religion & Society* (JR&S)**
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

Purpose of Creation and Man's Moral & Spiritual Responsibilities

مقصدِ تخلیق اور انسان کی روحانی واخلاقی ذمہ داریاں

Muhammad Zeshan Khan
MS Scholar, Department of Islamic Studies, HITEC University, Taxila Cantt.
Dr. Jawaad Haseeb
Lecturer, Department of Islamic Studies, HITEC University, Taxila Cantt.

Abstract
This article explores the concept of the purpose of human creation and its moral and spiritual implications from an Islamic perspective. It highlights the Quranic view that mankind was created to worship Allah and fulfill ethical responsibilities on earth. The discussion integrates insights from classical scholars such as Ibn Khaldun and Ibn Kathir, emphasizing that human life is a balance between material needs and spiritual growth. The article further elaborates on the role of prayer, moral conduct, and spiritual purification in shaping an individual's character and preparing him for eternal success in the Hereafter. The significance of family and communal harmony is also discussed, culminating with the Qur'anic supplication from Surah Ghafir (40:8) which prays for Paradise for the believers and their righteous families.

Keywords: *Purpose of Creation, Moral Responsibilities, Spiritual Growth, Quranic Perspective, Worship, Ethical Values, Hereafter.*

انسانی زندگی ایک ایسا سفر ہے جس میں مادی اور روحانی دونوں پہلو اہمیت کے حامل ہیں۔مادی تقاضوں میں خوراک،لباس،رہائش اور دیگر بنیادی ضروریات کی تکمیل شامل ہے،جبکہ روحانی تقاضوں میں علم،حکمت،ایمان اور اخلاقیات کی جستجو شامل ہے۔

مبحث اول:مادی تقاضوں کی اہمیت

مادی تقاضوں کی تکمیل انسانی زندگی کی بنیاد ہے۔اگر انسان کی بنیادی ضروریات پوری نہ ہوں تو وہ ایک صحت مند اور پیداواری زندگی گزارنے کے قابل نہیں ہو سکتا۔خوراک،لباس اور رہائش کی کمی انسان کو جسمانی اور ذہنی طور پر کمزور بناتی ہے اور اس کی صلاحیتوں کو محدود کر دیتی ہے۔اس کے علاوہ،مادی تحفظ کی کمی انسان کو تشویش،خوف اور عدم تحفظ کے احساسات کا شکار کر سکتی ہے۔

انسانی مقصد تخلیق

اسلامی عقیدے کے مطابق،انسان کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں ایک مقصد کے ساتھ بھیجا ہے۔یہ مقصد اللہ کی عبادت اور اس کی رضا حاصل کرنا ہے۔اللہ کی عبادت میں مادی اور روحانی دونوں تقاضوں کی تکمیل شامل ہے۔

ابن خلدون نے انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے جس میں انسانی مقصدِ تخلیق بھی شامل ہے۔انہوں نے انسانی زندگی کو ایک مسلسل ترقی اور تبدیلی کا عمل قرار دیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ انسان کی فطرت میں یہ بات فطری طور پر موجود ہے کہ وہ اپنی زندگی کا مقصد تلاش کرے اور اسے حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

ابن خلدون کے مطابق انسان کی فطرت میں یہ بات فطری طور پر موجود ہے کہ وہ اپنی زندگی کا مقصد تلاش کرے اور اسے حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ یہ مقصد دنیاوی زندگی کے ساتھ ساتھ آخرت کی زندگی سے بھی جڑا ہوا ہے۔[i]

قرآن مجید میں انسانی مقصد تخلیق

عبادت کے لیے تخلیق: اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ""

اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔"[ii]

انسان اور جن کی تخلیق کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی معرفت حاصل کرنا ہے۔ یہ عبادت صرف نماز تک محدود نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر عمل کرنا اور اس کی اطاعت کرنا ہے۔ صحابہ کرامؓ اور تابعین تابعی کی زندگی اس آیت کی بہترین مثال ہے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ اس آیت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انسان کو دنیاوی زندگی میں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے[iii]

یہ آیت واضح طور پر بتاتی ہے کہ انسان اور جنات کی تخلیق کا مقصد اللہ کی عبادت ہے، یعنی ہر عمل میں اللہ کی رضا کا حصول۔

اللہ کی جانچ اور امتحان کے لیے تخلیق: ایک اور مقام پر اللہ فرماتا ہے:

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا"

"جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔"[iv]

اللہ تعالیٰ نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ انسانوں کی آزمائش کی جائے۔ اس آزمائش کا مقصد یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ انسان دنیاوی زندگی میں کس طرح کا کردار ادا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر کس قدر عمل کرتا ہے۔ ابن کثیر کے مطابق یہ آیت انسان کو اس بات کی طرف متوجہ کرتی ہے کہ زندگی صرف دنیاوی لذتوں کے حصول کے لیے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور آخرت کی تیاری کے لیے ہے۔ ان کی تفسیر کو اس کی سادگی، واضح بیان اور احادیث وصحابہ کرام کے اقوال پر مبنی ہونے کی وجہ سے سراہا جاتا ہے۔[v]

یہاں پر زندگی کا مقصد امتحان بتایا گیا ہے کہ کون اللہ کی رضا کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے۔

خلافت کا تصور: اللہ نے انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا ہے، جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے:

"إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً"

"بے شک میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔"[vi]

خلافت کا مطلب ہے کہ انسان اللہ کی ہدایات کے مطابق زمین پر نظام چلائے اور اللہ کی مرضی کو نافذ کرے۔

احادیث میں انسانی مقصد تخلیق

اللہ کی عبادت اور رضا کی تلاش: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"سب سے زیادہ محبت والا عمل اللہ کے نزدیک وہ ہے جو مسلسل ہو اگرچہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔"[vii]

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ اعمال زیادہ محبوب ہیں جو مستقل اور مسلسل کیے جائیں، چاہے وہ مقدار میں چھوٹے یا کم ہی کیوں نہ ہوں۔ اس سے یہ پیغام ملتا ہے کہ عمل کی اہمیت صرف اس کی مقدار یا حجم میں نہیں بلکہ اس کی استقامت اور پائیداری میں ہے۔ مستقل مزاجی سے کیے گئے چھوٹے اعمال، جو انسان کی زندگی کا مستقل حصہ بن جاتے ہیں، اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہیں۔

یہ حدیث انسان کو اعتدال اور تسلسل کے ساتھ نیک اعمال کرنے کی ترغیب دیتی ہے تاکہ انسان تھک کر نیک عمل چھوڑ نہ دے، بلکہ ہمیشہ اللہ کی رضا کے لیے کوشش کرتا رہے

اس حدیث میں عبادت اور نیک اعمال کو اللہ کی رضا کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔

عبادات کا مقصد انسان کی زندگی سنوارنا: ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: 'میں نے اپنے بندوں کو پیدا کیا اور انہیں صرف میری عبادت کا حکم دیا ہے۔'"[viii]

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنات کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عبادت کا اصل مقصد اللہ کی رضا حاصل کرنا ہے اور انسان کی زندگی کا بنیادی مقصد اسی عبادت کو اختیار کرنا ہے۔ اس حدیث کے ذریعے یہ سمجھایا گیا ہے کہ ہر عمل، چاہے وہ روزمرہ کی زندگی کا حصہ ہو یا مخصوص عبادات، کا مقصد اللہ کی رضا ہونا چاہیے۔ اللہ کی عبادت میں انسان کی حقیقی کامیابی اور سکون پوشیدہ ہے، کیونکہ یہ انسان کو اللہ کے قریب کرتی ہے اور دل میں اطمینان پیدا کرتی ہے۔ اس کے علاوہ، یہ حدیث انسانوں کو اپنی زندگی کے ہر پہلو میں اللہ کی رضا کو مدنظر رکھنے کی ذمہ داری بھی عائد کرتی ہے۔

مادی اور روحانی تقاضے

اسلامی تعلیمات میں انسانی زندگی کے مادی اور روحانی تقاضے دونوں اہمیت رکھتے ہیں، لیکن دونوں کا مقصد اللہ کی رضا اور اس کی عبادت میں ہوتا ہے۔

مادی تقاضے: مثلاً روزی کمانا، معاشرتی تعلقات بنانا، دنیاوی معاملات کو بہتر کرنا، یہ سب بھی اسلامی تعلیمات کے مطابق عبادت کے زمرے میں آتے ہیں اگر وہ اللہ کی رضا کے لیے کیے جائیں۔

روحانی تقاضے: جیسے نماز، روزہ، ذکر، توبہ، اور دل کی پاکیزگی، یہ انسان کو اللہ کے قریب لانے کے ذرائع ہیں۔

مادی تقاضوں کا معنی و مقصد

مادی تقاضوں کا بنیادی مقصد انسان کو ایک صحت مند اور پیداواری زندگی گزارنے کے قابل بنانا ہے۔ خوراک، لباس اور رہائش کی تکمیل انسان کو جسمانی طور پر مضبوط اور ذہنی طور پر توانا بناتی ہے۔ اس کے علاوہ، مادی تحفظ انسان کو تشویش، خوف اور عدم تحفظ کے احساسات سے نجات دلاتا ہے۔

مادی تقاضوں کا ایک اور اہم مقصد انسان کو اپنی صلاحیتوں کو مکمل طور پر بروئے کار لانے کا موقع فراہم کرنا ہے۔ جب انسان کی بنیادی ضروریات پوری ہوتی ہیں تو وہ اپنی توجہ تعلیم، علم و فن اور دیگر شعبوں میں ترقی پر مرکوز کر سکتا ہے۔

بقا، صحت

مادی تقاضوں کی بقا سے مراد انسان کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کی صلاحیت ہے۔ یہ صلاحیت انسان کو ایک صحت مند اور پیداواری زندگی گزارنے کے قابل بناتی ہے۔ مادی تقاضوں کی بقا کے لیے مندرجہ ذیل عوامل ضروری ہیں:

قدرتی وسائل: خوراک، پانی، توانائی اور دیگر قدرتی وسائل کی دستیابی مادی تقاضوں کی بقا کے لیے ضروری ہے۔

ٹیکنالوجی: انسان نے ٹیکنالوجی کے ذریعے قدرتی وسائل کو استعمال کرنے اور اپنی ضروریات کو پورا کرنے کی صلاحیت کو بہتر بنایا ہے۔

معیشت: معاشی نظام انسانوں کو اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے سامان اور خدمات کی پیداوار اور تبادلہ کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

سیاسی نظام: سیاسی نظام معیشت اور معاشرے کو منظم کرنے اور مادی تقاضوں کی بقا کو یقینی بنانے کے لیے ضروری قوانین اور ضوابط کو نافذ کرنے میں مدد کرتا ہے۔

مبحث دوم: روحانی تقاضوں کی اہمیت

روحانی تقاضوں کی تکمیل انسانی زندگی کو معنی اور مقصد دیتی ہے۔ علم، حکمت اور ایمان انسان کو دنیا اور اس میں اپنی جگہ کو سمجھنے میں مدد کرتے ہیں۔ اخلاقیات انسان کو درست اور غلط کے درمیان فرق کرنے اور ایک اچھی زندگی گزارنے کے لیے رہنمائی کرتے ہیں۔ روحانی تقاضوں کی تکمیل انسان کو سکون، اطمینان اور خوشی کا احساس دلاتی ہے۔

روحانی تقاضے کیا ہیں؟

روحانی تقاضوں سے مراد انسان کی وہ فطری خواہشات ہیں جو اسے اپنے خالق سے جوڑتی ہیں۔ یہ وہ خواہشات ہیں جو انسان کو دنیاوی زندگی کے فانی لطفوں سے بالاتر اٹھا کر ایک دائمی اور حقیقی خوشی کی طرف لے جاتی ہیں۔ یہ خواہشات انسان کو اس بات کا احساس دلاتی ہیں کہ وہ صرف ایک مادی وجود نہیں بلکہ اس کے اندر ایک روحانی پہلو بھی موجود ہے۔

ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں مختلف مقامات پر روحانی تقاضوں کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے قرآن کی ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے جن میں انسان کی تخلیق کا مقصد، عبادت کی اہمیت اور آخرت کی زندگی کا ذکر ہے۔[ix]

ابن کثیر کے مطابق انسان کی تخلیق کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ انسان کو دنیاوی زندگی میں اچھے اعمال کرنے چاہئیں تاکہ وہ آخرت میں کامیاب ہو سکے۔ اس کے لیے انسان کو اپنی نفسانی خواہشات پر قابو پانا ہو گا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنی ہو گی۔

ابن کثیر کی تفسیر کے مطابق روحانی تقاضوں کا مقصد انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف لانا اور اس کی قربت حاصل کرنا ہے۔ یہ تقاضے انسان کو اس بات کا احساس دلاتے ہیں کہ وہ اس دنیا میں صرف ایک مہمان ہے اور اس کا اصل گھر آخرت ہے۔

روحانی تقاضوں کو پورا کرنے سے انسان کو سکون، اطمینان اور خوشی حاصل ہوتی ہے۔ یہ تقاضے انسان کو دنیاوی مصائب اور مشکلات سے نمٹنے کی طاقت دیتے ہیں۔

روحانی تقاضوں کا معنی و مقصد

روحانی تقاضوں کا بنیادی مقصد انسان کو زندگی کا ایک مقصد اور سمت دینا ہے۔ علم، حکمت اور ایمان انسان کو دنیا اور اس میں اپنی جگہ کو سمجھنے میں مدد کرتے ہیں۔ اخلاقیات انسان کو درست اور غلط کے درمیان فرق کرنے اور ایک اچھی زندگی گزارنے کے لیے رہنمائی کرتے ہیں۔

روحانی تقاضوں کا ایک اور اہم مقصد انسان کو سکون، اطمینان اور خوشی کا احساس دلانا ہے۔ جب انسان اپنے خالق سے جڑ جاتا ہے اور اس کی مرضی پر چلتا ہے تو اسے ایک بے پناہ اطمینان اور سکون ملتا ہے۔ اس کے علاوہ، روحانی تقاضوں کی تکمیل انسان کو ایک ایسی خوشی ملتی ہے جو دنیاوی چیزوں سے حاصل نہیں ہو سکتی۔

قرآن میں روحانی تقاضوں کی اہمیت

دلوں کا سکون اور اللہ کی یاد: قرآن مجید میں روحانی سکون اور اطمینان کا ذریعہ اللہ کی یاد کو قرار دیا گیا ہے:

"أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ"[x]

"بیشک دلوں کا اطمینان اللہ کی یاد میں ہے۔"

اس آیت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حقیقی سکون اور روحانی تسکین کا راستہ اللہ کا ذکر اور اس سے قربت حاصل کرنا ہے۔ دنیاوی آسائشیں وقتی سکون دے سکتی ہیں، مگر روحانی سکون ہمیشہ اللہ کے ذکر اور اس کی عبادت میں ملتا ہے۔

انسانی زندگی کا مقصد اور کامیابی: قرآن مجید میں بار بار ذکر کیا گیا ہے کہ دنیاوی زندگی ایک آزمائش ہے اور اصل کامیابی وہ ہے جو انسان آخرت میں حاصل کرے گا:

"وَمَا هَٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ ۚ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ"[xi]

"اور یہ دنیاوی زندگی تو کھیل تماشا ہی ہے، اور یقیناً آخرت کا گھر ہی اصل زندگی ہے، اگر وہ لوگ جانتے۔"

یہاں پر دنیاوی زندگی کو عارضی قرار دیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ اصل روحانی کامیابی آخرت میں ہے، جب انسان اللہ کی رضا حاصل کرے گا۔

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ دنیاوی زندگی عارضی اور ناپائیدار ہے، جو زیادہ تر کھیل اور تفریح میں گزرتی ہے۔ اس کے مقابلے میں، آخرت کا گھر حقیقی زندگی ہے، جو دائمی اور مستقل ہے۔

یہ آیت ہمیں یاد دلاتی ہے کہ دنیاوی کامیابیاں، مال و دولت، اور عیش و آرام ایک لمحے کی خوشی فراہم کرتے ہیں، لیکن یہ سب چیزیں فانی ہیں اور وقت کے ساتھ ختم ہو جاتی ہیں۔ حقیقی کامیابی اور سکون اس میں ہے کہ انسان اپنی زندگی کا مقصد آخرت کی تیاری میں صرف کرے، جہاں ہمیشہ کی زندگی کا آغاز ہو گا۔

آخرت میں انسان کو اس کے اعمال کا جواب دینا ہو گا، اس لیے اگر لوگ اس حقیقت کو جان لیتے کہ دنیا کی عارضیت اور آخرت کی دائمی حقیقت کیا ہے، تو وہ دنیاوی زندگی کی فانی خوشیوں کی بجائے آخرت کی تیاری میں زیادہ توجہ دیتے۔ یہ آیت ہمیں دعوت دیتی ہے کہ ہم اپنی زندگیوں کو اس اصول کے تحت ترتیب دیں کہ ہم ہمیشہ کی زندگی کے لیے تیاری کریں، کیونکہ یہی اصل زندگی ہے۔

تقویٰ اور روحانی پاکیزگی: روحانی پاکیزگی اور تقویٰ (اللہ کا خوف اور پرہیز گاری) کو قرآن میں اہم مقام دیا گیا ہے:

"إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ"[xii]

"بیشک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی (پرہیز گار) ہے۔"

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک انسان کی عزت اور شرف کا معیار اس کی تقویٰ (پرہیز گاری) ہے۔ یعنی، جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے، اس کی نافرمانی سے بچتا ہے، اور اس کے احکام کی پیروی کرتا ہے، وہی اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز ہے۔

یہ آیت ہمیں یہ بات سمجھاتی ہے کہ انسانی عزت کا دارومدار ظاہری خصوصیات جیسے مال، مقام، یا نسل و خاندان پر نہیں ہے، بلکہ اس کی اخلاقیات، دیانت داری، اور اللہ کی عبادت میں استقامت پر ہے۔ تقویٰ کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی کو اس طرح گزارے کہ وہ ہر حال میں اللہ کی رضا کو مقدم رکھے اور اپنی اعمال کے ذریعے اس کی خوشنودی حاصل کرے۔

یہ آیت ہمیں دعوت دیتی ہے کہ ہم اپنی زندگیوں میں تقویٰ کو اپنائیں اور اپنے اعمال اور کردار کو بہتر بنائیں، کیونکہ یہ چیزیں ہمیں اللہ کے نزدیک معزز بناتی ہیں اور ہماری حقیقی کامیابی کی ضمانت ہیں۔

یہاں یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ کے نزدیک عزت اور روحانی بلندی کا معیار تقویٰ ہے، یعنی انسان کی روحانی حالت اور اس کا عمل، نہ کہ اس کی دنیاوی حیثیت۔

اخلاقیات اور روحانی ترقی: قرآن میں بارہا اچھے اخلاق، عدل، اور سچائی پر زور دیا گیا ہے، جو روحانی ترقی کے عناصر ہیں:

"إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ"[xiii]

"بیشک اللہ انصاف اور احسان کا حکم دیتا ہے۔"

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو انصاف اور احسان کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس کے تحت چند اہم نکات شامل ہیں:

انصاف کا حکم: انصاف کا مطلب ہے ہر ایک کے ساتھ برابری اور عدل کے اصولوں کے مطابق سلوک کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ ہدایت دی ہے کہ وہ اپنے معاملات میں انصاف کریں، چاہے یہ اپنے خاندان، دوستوں، یا دوسرے لوگوں کے ساتھ ہو۔ انصاف ایک اہم اخلاقی قدر ہے جو معاشرتی نظام کو مستحکم رکھتا ہے۔

مولانا مودودیؒ ایک نامور اسلامی مفکر اور عالم دین تھے۔ انہوں نے اسلام کی تعلیمات کو جدید دور کے مسائل سے جوڑنے کی کوشش کی۔ انصاف کے حکم پر ان کا نظریہ ان کی کتاب "خلافت و ملوکیت" میں بہت واضح طور پر بیان ہوا ہے۔[xiv]

مولانا مودودیؒ کے نزدیک انصاف صرف ایک قانونی اصطلاح نہیں بلکہ ایک اسلامی تصور ہے۔ ان کے مطابق انصاف کا مطلب ہے ہر شخص کو اس کا حق دینا، چاہے وہ امیر ہو یا غریب، مسلمان ہو یا غیر مسلمان۔ انصاف کا تعلق صرف دنیاوی زندگی سے نہیں بلکہ آخرت کی زندگی سے بھی ہے۔

مولانا مودودیؒ کا ماننا تھا کہ خلافت ایک ایسی اسلامی ریاست ہے جہاں انصاف کا نفاذ سب سے اہم مقصد ہوتا ہے۔ ایک اسلامی حکمران کا فرض ہے کہ وہ اپنے تمام رعایا کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرے۔ وہ کسی کو اس کی ذات، نسل یا مذہب کی بنا پر امتیاز نہیں دے سکتا۔

مولانا مودودیؒ ملوکیت کے نظام کو اسلامی نقطہ نظر سے غلط قرار دیتے ہیں۔ ان کے مطابق ملوکیت میں حکمران اپنی مرضی سے قوانین بناتے ہیں اور انہیں لاگو کرتے ہیں، جبکہ اسلام میں قانون صرف اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہونا چاہیے۔ ملوکیت میں انصاف کا نفاذ ممکن نہیں کیونکہ حکمران اپنی ذات کو قانون سے بالاتر سمجھتا ہے۔

احسان کا حکم: احسان کا مطلب ہے دوسروں کے ساتھ نیکی کرنا، ان کی مدد کرنا، اور ان کے ساتھ محبت و شفقت سے پیش آنا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بھی حکم دیا ہے کہ ہم اپنے اعمال میں خوبصورتی اور نیکی کو شامل کریں، تاکہ ہم ایک بہتر معاشرے کی تشکیل میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

اخلاقی ذمے داری: اس آیت کے ذریعے ہمیں یہ سمجھایا گیا ہے کہ انصاف اور احسان دونوں ہی انسان کی اخلاقی ذمے داری ہیں۔ یہ ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے صرف عبادت کرنا ہی کافی نہیں، بلکہ ہمیں اپنے اعمال میں انصاف اور نیکی کو بھی شامل کرنا چاہیے۔

یہ آیت ہمیں یاد دلاتی ہے کہ اللہ کی خوشنودی کے لیے ہمیں اپنے کردار کو مضبوط بنانا چاہیے، اور ہر حالت میں انصاف اور احسان کو اپنے اوپر لازم قرار دینا چاہیے۔ یہ اخلاقی اصول نہ صرف ہمارے ذاتی اعمال کی بہتری کے لیے ہیں، بلکہ معاشرتی سطح پر بھی امن و سکون کی فضا قائم رکھنے کے لیے ضروری ہیں۔

انصاف اور احسان جیسے اعلیٰ اخلاقی اقدار روحانی بلندی اور انسانی فلاح کا راستہ ہیں۔ یہ روحانی تقاضے انسان کو صحیح اور غلط کے درمیان فرق کرنے میں مدد دیتے ہیں اور ایک باعزت زندگی گزارنے کا راستہ دکھاتے ہیں۔

ایمان اور علم کی اہمیت: قرآن مجید میں علم اور ایمان کو روحانی ترقی کا بنیادی ذریعہ قرار دیا گیا ہے:

"يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ"[xv]

"اللہ تم میں سے ایمان والوں اور علم والوں کے درجات بلند کرتا ہے۔"

علم اور ایمان کا تعلق روحانی ارتقاء سے ہے، جس کے ذریعے انسان دنیا کو بہتر طور پر سمجھتا ہے اور اپنی روحانی تقاضوں کو پورا کرنے کے قابل ہوتا ہے۔

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان اور علم کے ساتھ جڑے ہوئے افراد کے درجات کو بلند کرتا ہے۔ اس کے تحت چند اہم نکات شامل ہیں:

ایمان کی اہمیت: اس آیت میں واضح کیا گیا ہے کہ ایمان، یعنی اللہ اور اس کے رسولوں پر یقین، انسان کے مقام اور حیثیت میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ایمان کے ساتھ جڑے لوگ اللہ کے نزدیک معزز اور باعزت ہوتے ہیں، اور ان کی زندگیوں میں سکون اور کامیابی کا سبب بنتا ہے۔

علم کا مقام: علم کی اہمیت بھی اس آیت میں واضح کی گئی ہے۔ علم کا مطلب صرف دنیاوی تعلیم نہیں بلکہ دینی علم، یعنی اللہ کی کتاب اور سنت کے علم کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو زیادہ بلند مقام عطا کرتا ہے جو علم حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور دوسروں کو علم کی روشنی فراہم کرتے ہیں۔

ایمان اور علم کا تعلق: یہ آیت ہمیں یہ سمجھاتی ہے کہ ایمان اور علم کے درمیان ایک گہرا تعلق ہے۔ حقیقی علم انسان کے ایمان کو مضبوط کرتا ہے اور اسے صحیح راہ پر گامزن کرتا ہے۔ اسی طرح، مضبوط ایمان انسان کو علم کے حصول کی طرف مائل کرتا ہے۔

معاشرتی بہتری: یہ آیت ہمیں بتاتی ہے کہ اگر ہم اپنے ایمان اور علم کی بنیاد پر ایک دوسرے کی مدد کریں، تو ہم ایک بہتر معاشرہ تشکیل دے سکتے ہیں جہاں لوگ ایک دوسرے کی عزت کریں اور ترقی کریں۔

یہ آیت ہمیں یہ درس دیتی ہے کہ ہمیں اپنی زندگی میں ایمان کو مضبوط کرنے اور علم حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، کیونکہ یہ دونوں چیزیں ہمیں اللہ کے نزدیک بلند درجات عطا کرتی ہیں اور ہماری زندگیوں میں کامیابی کا سبب بنتی ہیں۔

ایمان اور علم دونوں ہی انسان کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلند مرتبہ دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک ایمان صرف زبانی اقرار نہیں بلکہ دل سے اللہ پر یقین رکھنا اور اس کی اطاعت کرنا ہے۔ اسی طرح علم صرف کتابوں میں پڑھی ہوئی باتیں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اس کے نظام کو سمجھنا بھی ہے۔ آپ کے مطابق ایمان اور علم دونوں ایک دوسرے کے پُر کرنے والے ہیں۔ ایمان کے بغیر علم بے کار ہے اور علم کے بغیر ایمان کمزور۔ ایک سچا مومن ہمیشہ علم حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور علم والا شخص ہمیشہ اپنے علم کو عمل میں لاتا ہے۔

الازہری صاحب نے اس آیت کی روشنی میں مسلمانوں کو علم حاصل کرنے اور اسے عمل میں لانے کی ترغیب دی ہے۔ انہوں نے کہا کہ علم ہی انسان کو دوسرے انسانوں پر فضیلت دیتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب بناتا ہے۔[xvi]

روحانی تقاضوں کی تکمیل کے فوائد

سکون اور اطمینان: جیسا کہ قرآن میں بیان کیا گیا، اللہ کی یاد اور روحانی تعلق سے انسان کو حقیقی سکون ملتا ہے۔

اخلاقی بہتری: روحانی تقاضے انسان کو بہتر اخلاقی کردار کی طرف لے جاتے ہیں، جس سے وہ ایک بہتر انسان بن جاتا ہے۔

زندگی کا مقصد: روحانی تقاضے انسان کو اس کے اصل مقصد کی یاد دلاتے ہیں، یعنی اللہ کی رضا اور آخرت کی کامیابی۔

دل کی پاکیزگی: روحانی اعمال جیسے توبہ، ذکر، اور دعا انسان کو اندرونی طور پر پاکیزہ بناتے ہیں۔

روحانی تقاضوں کی تکمیل انسان کو نہ صرف دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی کامیاب بناتی ہے، اور اسے ایک بامقصد اور بامعنی زندگی فراہم کرتی ہے۔

اخلاقیات

روحانی اخلاقیات کیا ہیں؟

روحانی اخلاقیات وہ اصول اور اقدار ہیں جو انسان کو ایک اچھی اور بامقصد زندگی گزارنے میں رہنمائی کرتے ہیں۔ یہ اصول اور اقدار انسان کو بتاتے ہیں کہ کیا درست ہے اور کیا غلط، اور وہ کیسے دوسروں کے ساتھ تعامل کریں۔

روحانی اخلاقیات کی اہمیت

روحانی اخلاقیات کی اہمیت درج ذیل ہے:

- انسان کو صحیح اور غلط کے درمیان فرق کرنے میں مدد کرتے ہیں۔
- انسان کو ایک اچھا اور صالح انسان بننے میں مدد کرتے ہیں۔
- انسان کو ایک پرامن اور خوشحال معاشرے کے قیام میں مدد کرتے ہیں۔
- انسان کو اپنے مقصد تخلیق کو پورا کرنے میں مدد کرتے ہیں۔

روحانی اخلاقیات اور انسانی مقصد تخلیق

اسلامی عقیدے کے مطابق، انسان کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں ایک مقصد کے ساتھ بھیجا ہے۔ یہ مقصد اللہ کی عبادت اور اس کی رضا حاصل کرنا ہے۔ اللہ کی عبادت میں مادی اور روحانی دونوں پہلوؤں کی تکمیل شامل ہے۔

روحانی اخلاقیات انسان کو اپنے مقصد تخلیق کو پورا کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ جب انسان روحانی اخلاقیات پر عمل کرتا ہے تو وہ ایک اچھا اور صالح انسان بنتا ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

روحانی اخلاقیات کے کچھ اہم اصول درج ذیل ہیں:

ایمان اور تقویٰ: اللہ تعالیٰ پر یقین رکھنا اور اس کے احکامات پر عمل کرنا۔

عدل و انصاف: ہر شخص کے ساتھ انصاف کرنا اور کسی کے حقوق کا پامال نہ کرنا۔

احسان اور سخاوت: دوسروں کی مدد کرنا اور ان کے ساتھ مہربانی سے پیش آنا۔

صبر اور شکر: مصائب اور مشکلات میں صبر کرنا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا۔

توکل اور تفویض: اپنے تمام امور کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا اور اس پر بھروسہ کرنا۔

روحانی اخلاقیات انسانی زندگی کا ایک اہم حصہ ہیں۔ یہ انسان کو ایک اچھی اور بامقصد زندگی گزارنے اور اپنے مقصد تخلیق کو پورا کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ ہر انسان کو چاہیے کہ وہ روحانی اخلاقیات پر عمل کرے اور ایک اچھا اور صالح انسان بننے کی کوشش کرے۔

روحانی اخلاقیات کے فروغ کے لیے کچھ عملی اقدامات درج ذیل ہیں:

دینی تعلیم: بچوں کو بچپن سے ہی دینی تعلیم دینا اور انہیں روحانی اخلاقیات کے اصولوں سے آشنا کرانا۔

مساجد اور دینی اداروں کا کردار: مساجد اور دینی اداروں کو روحانی اخلاقیات کے فروغ میں اہم کردار ادا کرنا چاہیے۔

میڈیا کا کردار: میڈیا کو بھی روحانی اخلاقیات کے فروغ میں مثبت کردار ادا کرنا چاہیے۔

معاشرے کا کردار: معاشرے کے تمام افراد کو چاہیے کہ وہ روحانی اخلاقیات کے اصولوں پر عمل کریں اور ایک دوسرے کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کریں۔

تخلیق صلاحیت

روحانی اخلاقیات کے فروغ کے لیے تخلیقی صلاحیتیں

روحانی اخلاقیات انسانی زندگی کا ایک اہم حصہ ہیں اور انسان کو ایک اچھی اور بامقصد زندگی گزارنے میں مدد دیتے ہیں۔ ان اخلاقیات کو فروغ دینے کے لیے تخلیقی صلاحیتوں کا استعمال ایک مؤثر طریقہ ہو سکتا ہے۔

تخلیقی صلاحیتوں کے ذریعے روحانی اخلاقیات کے فروغ کے کچھ طریقے

فن اور ادب: فن اور ادب کے ذریعے روحانی اخلاقیات کے پیغامات کو دلچسپ اور پر کشش انداز میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً، شاعری، ناول، فلمیں اور ڈرامے روحانی اخلاقیات کے موضوعات کو اجاگر کرنے کے لیے استعمال کیے جا سکتے ہیں۔

تجسمی فنون: تجسمی فنون، جیسے کہ پینٹنگ، مجسمہ سازی اور فن تعمیر، بھی روحانی اخلاقیات کے پیغامات کو پہنچانے کے لیے استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ فن کے کام لوگوں کو متاثر کر سکتے ہیں اور انہیں روحانی اور اخلاقی اقدار پر غور کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔

تعلیم: تعلیم میں تخلیقی صلاحیتوں کا استعمال طلباء کو روحانی اخلاقیات کے بارے میں سکھانے کے لیے کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً، کھیل، سرگرمیاں اور کہانیاں طلباء کو ان اقدار کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے میں مدد دے سکتی ہیں۔

سماجی خدمات: تخلیقی صلاحیتوں کا استعمال سماجی خدمات میں بھی کیا جا سکتا ہے تاکہ لوگوں کو ضرورت مندوں کی مدد کرنے اور معاشرے کو بہتر بنانے کے لیے متاثر کیا جا سکے۔

تخلیقی صلاحیتوں کا استعمال روحانی اخلاقیات کے فروغ میں ایک اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ مختلف طریقوں سے تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر، ہم ان اقدار کو فروغ دے سکتے ہیں جو ہمیں ایک بہتر انسان اور ایک بہتر معاشرے کے رکن بننے میں مدد دیتی ہیں۔

تخلیقی صلاحیتوں کو فروغ دینے کے لیے، ہمیں لوگوں کو تخلیقی طور پر سوچنے اور اپنے خیالات کا اظہار کرنے کے مواقع فراہم کرنے کی ضرورت ہے۔

ہمیں تخلیقی اظہار کی مختلف شکلوں کو قبول اور سراہنا کرنے کی بھی ضرورت ہے۔

ہم سب مل کر تخلیقی صلاحیتوں کا استعمال کر کے ایک ایسی دنیا بنا سکتے ہیں جو زیادہ اخلاقی، زیادہ منصفانہ اور زیادہ خوبصورت ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ

اور میں نے جن اور انسان کو بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لیے۔[xvii]

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنات اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ اس کے تحت چند اہم نکات شامل ہیں:

عبادت کا مقصد: اللہ تعالیٰ نے جنات اور انسانوں کی تخلیق کا بنیادی مقصد اپنی عبادت کو قرار دیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسانوں اور جنات کو زندگی میں جو بھی سرگرمیاں کرنی ہیں، ان کا مقصد اللہ کی رضا حاصل کرنا اور اس کی بندگی میں گزارنا ہے۔

انسان کی ذمہ داری: یہ آیت ہمیں یاد دلاتی ہے کہ ہماری زندگی کا اصل مقصد اللہ کی عبادت کرنا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان صرف عبادات جیسے نماز، روزہ وغیرہ تک محدود ہو، بلکہ اس کی زندگی کے تمام پہلوؤں میں اللہ کی رضا کو مقدم رکھنا ضروری ہے۔

آخرت کی تیاری: عبادت کا یہ تصور ہمیں آخرت کی تیاری کی جانب بھی متوجہ کرتا ہے۔ یعنی انسان کو اپنی زندگی میں نیک اعمال، اچھی نیت، اور اللہ کی راہ میں کوشش کرتے رہنا چاہیے تاکہ وہ آخرت میں کامیابی حاصل کر سکے۔

اللہ کے ساتھ تعلق: یہ آیت ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم کرنا، اس کی عبادت کرنا، اور اس کی رضا حاصل کرنا ہی انسانی زندگی کا حقیقی مقصد ہے۔

یہ آیت ہمیں یہ پیغام دیتی ہے کہ ہم اپنی زندگی کے ہر پہلو کو اللہ کی بندگی کے حوالے کریں، تاکہ ہم اس کی رضا حاصل کر سکیں اور حقیقی کامیابی کا راستہ اختیار کر سکیں۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ

ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کا نام آئے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب اس کی آیتیں ان پر پڑھی جائیں تو ان کا ایمان زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔[xviii]

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ حقیقی ایمان والے وہ لوگ ہیں جو اللہ کے ذکر سے متاثر ہوتے ہیں اور اللہ کی آیات سننے پر ان کا ایمان بڑھتا ہے۔ اس کے تحت چند اہم نکات شامل ہیں:

اللہ کا ذکر: جب اللہ کا نام لیا جائے یا اس کی آیات پڑھیں جائیں، تو حقیقی مؤمن کے دل میں ایک خوف اور عاجزی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ یہ خوف اللہ کی عظمت، اس کی قدرت، اور اس کے عذاب سے ہے۔ یہ احساس ان کے ایمان کی پختگی کی علامت ہے۔

ایمان میں اضافہ: یہ آیت بتاتی ہے کہ جب ایمان والے اللہ کی آیات سنتے ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی آیات سن کر ان کی روحانی کیفیت میں بہتری آتی ہے اور وہ اللہ کی طرف زیادہ رجوع کرتے ہیں۔

بھروسہ: ایمان والے اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں، جو ان کی زندگی میں سکون اور اطمینان کا باعث بنتا ہے۔ یہ بھروسہ ان کی ہر مشکل میں اللہ کی مدد پر یقین کرنے کی قوت دیتا ہے۔

حقیقی ایمان کی علامت: یہ آیت مؤمن کی پہچان کی ایک واضح علامت فراہم کرتی ہے کہ وہ اللہ کی عظمت کو سمجھتا ہے، اس کی آیات سے متاثر ہوتا ہے، اور اللہ پر بھروسہ کرتا ہے۔ یہ صفات ایک مؤمن کے دل میں اللہ کی محبت اور خوف کے توازن کو برقرار رکھتی ہیں۔

یہ آیت ہمیں یہ درس دیتی ہے کہ اللہ کے ذکر سے متاثر ہونا، اس کی آیات کو سن کر ایمان میں اضافہ کرنا، اور اللہ پر بھروسہ کرنا حقیقی ایمان کی نشانیاں ہیں۔ ہمیں اپنی زندگیوں میں ان صفات کو اپنانا چاہیے تاکہ ہم اپنے ایمان کو مضبوط کریں اور اللہ کے قریب ہوں۔

رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ۨ الَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ

اے ہمارے رب! اور انہیں بہشتوں میں داخل کر جو ہمیشہ رہیں گی جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کو جو ان کے باپ دادوں اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے نیک ہیں، بے شک تو غالب حکمت والا ہے۔[xix]

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ یہ دعا ایک مومن کی ہے جو اللہ سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں کو ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں داخل فرمائے، جو اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ اس کے تحت چند اہم نکات شامل ہیں:

اللہ کی رحمت: یہ دعا اللہ کی رحمت اور مغفرت کی طلب ہے۔ مومن اللہ سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اسے اور اس کے نیک رشتہ داروں کو جنت میں داخل فرمائے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ کی رحمت اور مغفرت کا حصول ہر مومن کی خواہش ہوتی ہے۔

نیک رشتہ داروں کا ذکر: آیت میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ ان نیک لوگوں کو ان کے باپ دادا، بیویوں، اور نیک اولاد کے ساتھ جنت میں داخل کرے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی رحمت صرف فرد تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ خاندان اور رشتہ داروں تک بھی پھیلتی ہے۔ یہ دعا اس بات کا عکاس ہے کہ مومن اپنے اہل و عیال کی نیکیاں بھی اللہ کے سامنے پیش کرتا ہے۔

اللہ کی طاقت اور حکمت: آیت کے آخر میں اللہ کی حکمت اور غلبہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اپنی حکمت کے مطابق لوگوں کو جنت میں داخل کرے گا اور ان کے نیک اعمال کا صلہ دے گا۔ اللہ کی طاقت اور حکمت کا یہ ذکر ہمیں یاد دلاتا ہے کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے اور اس کا ہر فیصلہ حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔

جنت کا وعدہ: آیت میں جنت کا وعدہ ایک امید اور بشارت کی صورت میں ہے۔ مومن کو یہ یقین دلایا گیا ہے کہ اللہ کے وعدے کبھی جھوٹے نہیں ہوتے، اور جو لوگ اللہ کے ساتھ سچی وابستگی رکھتے ہیں، ان کے لیے جنت میں داخل ہونے کا وعدہ ہے۔

یہ آیت ہمیں یہ درس دیتی ہے کہ ہمیں اللہ سے دعا کرنی چاہیے کہ وہ ہمیں اور ہمارے پیاروں کو اپنی رحمت میں شامل کرے اور ہمیں جنت میں داخل فرمائے۔ یہ دعا ہماری روحانی زندگی کی خوبصورتی اور اللہ کے ساتھ تعلق کی اہمیت کو بھی اجاگر کرتی ہے۔

مادی اور روحانی تقاضوں میں توازن

انسانی زندگی میں مادی اور روحانی دونوں تقاضوں کا توازن ضروری ہے۔ اگر انسان صرف مادی تقاضوں کی تکمیل پر توجہ دے تو وہ ایک سطحی اور بے معنی زندگی گزارے گا۔ اور اگر وہ صرف روحانی تقاضوں کی تکمیل پر توجہ دے تو وہ دنیاوی زندگی کے مسائل سے نمٹنے کے قابل نہیں ہو گا۔

انسانی مقصد تخلیق کے تناظر میں مادی اور روحانی دونوں تقاضوں کی اہمیت ہے۔ انسان کو اپنی زندگی میں ان دونوں تقاضوں کے درمیان توازن قائم کرنا چاہیے تاکہ وہ ایک پوری اور بامقصد زندگی گزار سکے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الرُّجْعٰی[xx]

اور تمہاری واپسی تمہارے رب کی طرف ہی ہو گی ۔

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ تمام انسانوں کی زندگی کا اختتام اور ان کی نجات کا مقام اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اس کے تحت چند اہم نکات شامل ہیں:

اللہ کی طرف واپسی: آیت یہ واضح کرتی ہے کہ دنیاوی زندگی میں جو کچھ بھی ہم کرتے ہیں، اس کا حساب و کتاب ہمیں اللہ کے پاس دینا ہو گا۔ یعنی، ہماری زندگی کا مقصد اللہ کی رضا حاصل کرنا اور اس کی طرف رجوع کرنا ہے۔

دنیا کی عارضیت: یہ آیت اس بات کی یاد دہانی کراتی ہے کہ دنیاوی زندگی عارضی ہے۔ ہمیں اس دنیا میں جو بھی خوشی، غم، یا کامیابی ملتی ہے، وہ ہمیشہ کے لیے نہیں ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اپنی زندگی کی تیاری آخرت کے لیے کرنی ہے، جہاں ہمیں اپنے اعمال کا صلہ ملے گا۔

آخرت کی اہمیت: یہ آیت ہمیں یہ سمجھاتی ہے کہ ہمیں اپنی زندگی میں نیک اعمال کرنے، اللہ کی عبادت کرنے، اور اس کی رضا کے حصول کی کوشش کرنی چاہیے۔ کیونکہ آخرت میں ہمیں اپنے اعمال کا جواب دینا ہو گا، اور وہیں ہمارا حقیقی مقام متعین ہو گا۔

یہ آیت مومنین کے لیے امید کا پیغام ہے کہ اگر وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہیں اور نیک اعمال کرتے ہیں تو ان کی واپسی اللہ کی رحمت اور مغفرت کی طرف ہو گی۔

یہ آیت ہمیں یہ درس دیتی ہے کہ ہم اپنی زندگی کو اللہ کی بندگی اور عبادت میں گزاریں، کیونکہ ہماری اصل منزل اور واپسی اسی کی طرف ہے۔ یہ ہمیں اپنے اعمال کی درستگی اور نیک نیتی کی اہمیت کی طرف بھی متوجہ کرتی ہے، تاکہ ہم اللہ کے پاس کامیاب ہو کر واپس جا سکیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ[xxi]

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو جیسا اس سے ڈرنا چاہیے اور نہ مرو مگر ایسے حال میں کہ تم مسلمان ہو۔

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین کو یہ ہدایت دے رہا ہے کہ انہیں اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے، جیسا کہ ایک مومن کے لیے ڈرنا ضروری ہے، اور ان کی موت اس حالت میں ہونی چاہیے کہ وہ مسلمان ہوں۔ اس کے تحت چند اہم نکات شامل ہیں:

تقویٰ کا حکم: آیت میں "اللہ سے ڈرتے رہو" کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو اللہ کی نافرمانی سے بچنے، اس کی حدود کا خیال رکھنے، اور اس کی رضا کے حصول کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ تقویٰ کا تصور ہے، جو ایمان کا ایک اہم جزو ہے۔

اللہ کی حقیقی عظمت کا ادراک: اس آیت میں "جیسا اس سے ڈرنا چاہیے" کا ذکر ہے، جو اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ مومن کو اللہ کی عظمت، اس کی طاقت، اور اس کے عذاب کا خیال رکھنا چاہیے۔ یہ ڈر انسان کی زندگی میں ایک مثبت تبدیلی کا باعث بن سکتا ہے، جو اسے نیک اعمال کرنے اور برائیوں سے دور رکھنے میں مدد دیتا ہے۔

موت کی حالت: آیت کے آخری حصے میں یہ ہدایت دی گئی ہے کہ موت اس حالت میں آئے کہ انسان مسلمان ہو۔ یہ پیغام دیتا ہے کہ ایمان کا تحفظ ہر مومن کی ذمے داری ہے، اور انہیں اپنی زندگی کو اس طرح گزارنا چاہیے کہ وہ اللہ کی رضا کے مطابق ہوں، تاکہ ان کی موت کے وقت ان کا ایمان مضبوط ہو۔

آخرت کی تیاری: یہ آیت مومنین کو یاد دلاتی ہے کہ زندگی کا ہر لمحہ اللہ کی بندگی میں گزارنا چاہیے، کیونکہ موت کا وقت کسی کو نہیں معلوم۔ اس لیے ہمیں اپنی زندگی میں نیکیوں کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے، تاکہ ہم اللہ کے حضور صحیح حالت میں پیش ہو سکیں۔

یہ آیت ہمیں یہ درس دیتی ہے کہ ہمیں تقویٰ کو اپناتے ہوئے اپنی زندگی کو اللہ کی رضا میں گزارنی چاہیے اور ہمیشہ اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ہمارا ایمان مضبوط ہو، تاکہ ہم مسلمان ہونے کی حالت میں اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں۔

حدیث شریف میں ہے کہ:

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ ، وَسُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ ، قَالَا: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَعْمَرٍ أَبِي طُوَالَةَ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغَى بِهِ وَجْهُ اللَّهِ، لَا يَتَعَلَّمُهُ إِلَّا لِيُصِيبَ بِهِ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا، لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" يَعْنِي: رِيحَهَا.[xxii]

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ علم کا حاصل کرنا ایک اہم فریضہ ہے، لیکن اس علم کا مقصد صرف اللہ کی رضا ہونا چاہیے۔ اس کے تحت چند اہم نکات شامل ہیں:

علم کی نیت: حدیث میں واضح کیا گیا ہے کہ علم حاصل کرنے کی نیت بہت اہم ہے۔ جو شخص علم حاصل کرتا ہے، اگر اس کا مقصد اللہ کی رضا اور آخرت کی کامیابی نہیں ہے، بلکہ دنیاوی فوائد یا مال و دولت حاصل کرنا ہے، تو اس کا علم بے کار ہے۔

آخرت کا انعام: حدیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جو شخص علم کو دنیاوی فائدے کے لیے سیکھتا ہے، وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکے گا۔ یہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ علم کا صحیح استعمال اور اس کا مقصد اللہ کی رضا ہونا چاہیے تاکہ آخرت میں کامیابی حاصل ہو۔

سچا مؤمن: یہ حدیث سچے مؤمن کی خصوصیت کو بھی بیان کرتی ہے کہ وہ علم کو صرف اللہ کے لیے سیکھتا ہے اور اس کی نیت ہمیشہ خالص رہتی ہے۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ علم کے طلب میں اخلاص بہت ضروری ہے۔

مادی فوائد سے آگاہی: حدیث ہمیں یہ بھی یاد دلاتی ہے کہ دنیاوی چیزیں عارضی ہیں اور ان کی حقیقت محدود ہے۔ اصل کامیابی اور خوشی آخرت میں ملے گی، جس کے لیے علم حاصل کرنا اور اس کو عمل میں لانا ضروری ہے۔

یہ حدیث ہمیں یہ درس دیتی ہے کہ علم کو اللہ کی رضا کے لیے حاصل کرنا چاہیے، تاکہ ہم اپنی زندگی کو صحیح معنوں میں کامیاب بنا سکیں اور قیامت کے دن جنت کی خوشبو سے فیضیاب ہوں۔

حدثنا قتيبة، حدثنا عبد العزيز بن محمد، عن العلاء بن عبد الرحمن، عن ابيه، عن ابي هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " الدنيا سجن المؤمن وجنة الكافر "[xxiii]

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ دنیا کی زندگی کا مقام مؤمن اور کافر کے لیے مختلف ہے:

دنیا سجن المؤمن: یہ بیان کرتا ہے کہ دنیا مؤمن کے لیے ایک قید خانہ کی مانند ہے۔ مؤمن اس دنیا میں اپنی روحانی ترقی، اللہ کی عبادت، اور اپنی زندگی کو نیک اعمال میں گزارنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہاں اسے مختلف مشکلات، آزمائشیں، اور فتنوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جو اسے آخرت کی تیاری کے لیے تیار کرتے ہیں۔

وجنة الكافر: اس کے مقابلے میں، کافر کے لیے دنیا ایک جنت کی طرح ہے۔ کافر اس دنیا میں عیش و آرام، لذتوں، اور دنیاوی چیزوں کی طلب میں مشغول ہوتا ہے، بغیر اس بات کی فکر کیے کہ اس کی آخرت کی کیا حالت ہو گی۔

آخرت کی حقیقت: یہ حدیث ہمیں یہ سمجھاتی ہے کہ دنیاوی زندگی عارضی اور فانی ہے، اور اصل زندگی آخرت کی ہے۔ مؤمن اپنی آخرت کی کامیابی کی خاطر دنیاوی خوشیوں اور آرام سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے، جبکہ کافر دنیاوی زندگی کے عیش و آرام میں مست رہتا ہے۔

روحانی ترقی: مؤمن کی زندگی کی حقیقت یہ ہے کہ وہ مشکلات کا سامنا کرتا ہے اور ان کے ذریعے اپنی روحانی ترقی کی کوشش کرتا ہے، جبکہ کافر دنیا کی عیش و آرام میں غرق رہتا ہے، جو اسے آخرت کی حقیقت سے غافل رکھتا ہے۔

یہ حدیث ہمیں یہ درس دیتی ہے کہ ہمیں دنیاوی زندگی کو عارضی سمجھ کر اللہ کی عبادت اور نیک اعمال کی طرف توجہ دینی چاہیے، تاکہ ہم آخرت کی کامیابی کے لیے تیار رہیں۔

علامہ اقبال: "زندگانی کیا ہے؟ ایک خواب ہے، ایک ہستی ہے سراب ہے"[xxiv]

علامہ اقبال کا یہ شعر "زندگانی کیا ہے؟ ایک خواب ہے، ایک ہستی ہے سراب ہے" زندگی کی عارضیت اور حقیقت کی عکاسی کرتا ہے۔ اس کے تحت چند اہم نکات شامل ہیں:

زندگی کی عارضیت: اقبال اس شعر میں زندگی کو ایک خواب کے طور پر پیش کرتے ہیں، جو اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ زندگی عارضی ہے اور اس کی حقیقت اتنی ہی ہے جتنی کہ ایک خواب کی ہوتی ہے۔ خواب حقیقت سے جدا ہوتے ہیں، اور جب ہم بیدار ہوتے ہیں تو وہ ختم ہو جاتے ہیں۔

سراب کا تصور: "ایک ہستی ہے سراب ہے" کے ذریعے اقبال یہ بیان کرتے ہیں کہ زندگی کا بہت سارا حصہ حقیقت کی بجائے سراب کی طرح ہے، یعنی یہ ظاہر تو ہوتا ہے، لیکن اصل میں یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ سراب ہمیں کچھ دکھاتا ہے، لیکن جب ہم اس کے قریب جاتے ہیں تو وہ حقیقت میں موجود نہیں ہوتا۔

مادی زندگی کا سوال: یہ شعر ہمیں اس بات کی یاد دلاتا ہے کہ دنیاوی زندگی کی تلاش میں ہمیں بہت سی چیزیں ملتی ہیں، جو اصل میں ہماری زندگی کی حقیقت کا حصہ نہیں ہیں۔ اقبال ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کرتے ہیں کہ ہمیں اپنے زندگی کے مقاصد کو سمجھنا چاہیے اور ان چیزوں کی طرف توجہ دینی چاہیے جو حقیقی اہمیت رکھتی ہیں۔

روحانی ترقی: اقبال کی شاعری میں ایک اہم موضوع روحانی بیداری اور ترقی ہے۔ یہ شعر ہمیں یہ سوچنے کی دعوت دیتا ہے کہ ہمیں اپنی زندگی میں روحانی حقائق کی تلاش کرنی چاہیے، بجائے اس کے کہ ہم دنیاوی خوشیوں اور چیزوں میں کھو جائیں۔

یہ شعر دراصل ہمیں ایک عمیق سوچ کی دعوت دیتا ہے کہ ہم اپنی زندگی کی اصل حقیقت کو سمجھیں، اس کی عارضیت کو تسلیم کریں، اور اپنی توجہ ان چیزوں کی طرف مرکوز کریں جو حقیقی اور مستقل ہیں۔

نیلسن منڈیلا: "تعلیم ہی وہ ہتھیار ہے جس سے آپ دنیا کو تبدیل کر سکتے ہیں"[xxv]

مبحث سوم: نفسی قوتیں مادیت اور اسلام کا روحانی تصور

جدید انسان کو تعلیم و تربیت روزگار، ملازمت اور کاروباری سرگرمیوں کا جو ماحول ملا ہے، وہ مادی سوچ کو فروغ دینے کا ماحول ہے نفسی قوتوں کو مشتعل کر کے ان قوتوں کو غالب کرنے کا ماحول ہے خدا، مذہب، اور روحانیت سے دور کرنے کا ماحول ہے۔ یہ ماحول اسے نفس کی غلامانہ اداؤں کی زنجیروں میں جکڑنے کا باعث بن رہا ہے۔ جدید دور کے اس ماحول اور مادی سرگرمیوں کی تیزی نے فرد کے لاشعور میں فیصلہ کن تبدیلیاں پیدا کر دی ہیں۔ اتنی اہم تبدیلیاں کہ دینی و مذہبی جماعتوں سے وابستہ افراد ہوں یا تصوف سے متعلق افراد (ایک مختصر تعداد کو چھوڑ کر) ہم میں سے لگ بھگ ھر فرد پر مادی خوشحالی اور زیب و زینت کے سامان سے بہرہ وری کی فکر غالب ہے اور خوشحال مادی زندگی سے محرومی پر نفس پر واویلا کی کیفیت طاری ہے۔ ایک عالم اور ایک صوفی اصلاح کی مجلسوں میں مادی دنیا کی محبت سے بچنے کی تعلیم پتاہے اور تلقین کرتا ہے، لیکن ساتھ ساتھ اس کی سرگرمیوں میں مادی پہلو غالب ہوتا ہوا بھی نظر آرہا ہوتا ہے۔ وہ بہتر سے بہتر گاڑی اور بنگلہ اور املاک کے لئے کوشاں ہوتا ہے۔ یہ ساری صورتحال ایسی ہے جو مادیت کے بہت بڑے طوفان کا پیش خیمہ ہے۔ اس طرز فکر سے صالح متقی اور پاکیزہ انسان سامنے آنے کے بجائے مادی نوعیت کا انسان سامنے آتا ہے۔[xxvi]

جب مذہبی انسان اور تصوف کا دعویدار فرد مادیت کے اس طوفان کی نذر ہو جائے تو غور و فکر کی ضرورت ہے کہ آخر ایسا کیوں ہے اور اس کا مداوا کیا ہو سکتا ہے۔ ہماری نظر میں نفسی قوتوں اور مادیت کے غلبہ کی اس ساری صورتحال کا بنیادی سبب روح کی نزاکتوں دھاتوں اور اس کی حقیقی غذا اور اس کی نوعیت کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ نہیں۔ روح کی غذا کثرت ذکر ہے۔ اس کے بغیر روح کی کسی بھی طور پر تسکین ممکن روح کی یہ غذا ایسی ہے جو زندگی کی آخری سانسوں تک اسے رہنا پڑتی ہے۔ فرد نے زندگی کے جس موڑ اور مرحلہ پر بھی روح کو اس کی حقیقی غذا دینے کے عمل میں سستی کا مظاہرہ کیا، اس موقعہ پر وہ بتدریج نفسی قوتوں اور مادیت کے حملوں کا شکار ہونا شروع بناتی ہو جائے گا۔ قرآن میں انبیاء کرام تک کو ذکر کی تاکید فرمائی گئی ہے کہ اللہ کے ذکر سے کوئی فرد بھی مستغنی نہیں ہو سکا۔

فضا میں مادی سرگرمیوں کی گونج اتنی زیادہ چھائی ہوئی ہے کہ لگ بھگ ہر فرد کو ہر وقت ایک ہی پیام مل رہا ہے کہ مادی خوشحالی اور مادی نعمتوں سے بہرہ وری کے بغیر زندگی بے معنی ہے۔ زندگی کا حقیقی لطف تو دولت اور سامان دنیا سے ہی وابستہ ہے۔ مذہبی و روحانی قیادت کی طرف سے بڑی بڑی گاڑیوں کے مناظر و مظاہر کی وجہ سے اب اس طرز فکر و طرز عمل کو معیوب سمجھنے کی بجائے اسے سمجھا جانے لگا ہے۔ اور اس کی ریس پیدا ہو گئی ہے۔

اس طرح کے حالات میں ایسے اصحاب دعوت عزیمیت جو روحانیت کی بالیدگی اور اپنے تزکیہ کے ساتھ ساتھ دوسروں کے تزکیہ و تربیت کے کاموں میں مصروف ہیں اور دنیا کے حوالے سے اپنے کم سے کم حصہ پر راضی ہیں یہ لائق تحسین شخصیتیں ہیں اور ہمارے لئے قابل تقلید بھی۔ سمجھا جانے لگا ہے۔ اور اس مادی سرگرمیوں کی موجودہ روڑ میں اس طرح کی شخصیتوں کی صحبت سے بھرپور استفادہ کر کے اپنی آخرت بناتا اور اللہ

کی محبت کے ارتقائی انعامات لے کرنا یہ سب سے بڑی سعادت ہے، جو خوش نصیب اور فطرت سلیمہ کے حامل افراد ہی کو حاصل ہو سکتی ہے۔(اللہ سے کیا بعید ہے کہ وہ ہمیں ایسی شخصیتوں
کی مسلسل صحبت سے فیضیاب فرمائے)۔[xxvii]

ہماری روحانیت اور تزکیہ کا تعلق اسلام کے پورے نظام فکر و عمل کو اختیار کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے سے ہے، یہ روحانیت محض ذکر و فکر کے ذریعہ روح کو جلا دینے کا نام نہیں ہے۔ روح کی حقیقی طمانیت و تسکین محبوب حقیقی کی اطاعت، اس کے اوصاف سے اخذ فیض اور زندگی بھر کے معاملات میں اس کے دیئے ہوئے دستور العمل اور انسانی جوہروں سے بہرہ
دری سے وابستہ ہے۔ ایسی روحانیت، جس میں اسلام کے پورے نظام مقر عمل سے وابستگی و تعلق خاطر نہ ہو، وہ جوگیوں اور
راہبوں کی روحانیت تو ہو سکتی ہے۔ اسلام کے پیش کردہ روحانیت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔
اسلام، روح اور تقسیم اور ظاہر دیاطن دونوں کی تہذیب و تزکیہ کے ذریعہ ایسا پاکیزہ تمام تشکیل دینا چاہتا ہے، جو انسانیت کو
وحدت کے رشتہ میں جوڑ سکے، جس سے دین دونیا کے سارے مسائل سلجھ سکیں۔

جب روح اور جسم ایک دوسرے لئے جزولا ینفک ہیں اور اس زندگی کے بعد بھی آخرت کی ابدی زندگی دونوں کی وحدت سے قائم رہے گی تو ایسی روحانیت جس میں دونوں کی جدائی کا تصور ہو اور مادی جسم اور مادی زندگی کے معاملات میں تزکیہ واحسان اور تہذیب کا مظاہرہ نہ ہو، انفرادی و اجتماعی زندگی میں افراد سے انسانیت کے شایان شان کردار وجود میں نہ آسکے تو انسی روحانیت اللہ محبوب کے ہاں کسی قدر و قیمت کی مستحق نہیں، بلکہ اطاعت سے خالی روحانیت محبوب کے عتاب کا موجب ثابت ہوگی، اسلام کی روحانیت اور تزکیہ کے تصور میں توحید، رسالت اور آخرت کے عقائد بنیادی حیثیت رکھتے ہیں اور ان بنیادوں پر ہی روحانیت اور تزکیہ کا عمل شروع ہوتا ہے۔ پھر اس روحانیت اور تزکیہ کے تصور میں نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور جہاد کی
حیثیت فرائض کی سی ہے، جن پر اسلامی روحانیت اور تزکیہ کی عمارت مستحکم ہوتی ہے۔
ان اعمال کے ساتھ ساتھ کثرت ذکر سے روحانیت اور تزکیہ کے عمل میں ارتقا ہوتا ہے اور روح کو مزید جلا ملتی ہے اور فرود
افراد کے لئے محبوب کے مشاہدہ اور اس سے قرب کے مقامات ملے ہوتے ہیں۔ اسلامی روحانیت و تزکیہ کا یہ وہ تصور ہے۔
جس کا خاکہ قرآن وسنت میں موجود ہے۔ اس سے ہٹ کر اسلامی روحانیت کا دوسرا کوئی تصور نہیں ہے۔

یعنی توحید، رسالت اور آخرت کے عقائد کی صحبت اور نماز روزوحج وزکوۃ اور جہاد کے فرائض کی ادائیگی اور کثرت ذکر اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کی روحانیت کا سارا تعلق ایسے تزکیہ سے ہے، جس سے اخلاص و تقوی کی حالت مستحکم ہو اور اسلام کے نظام زندگی پر عمل پیرا ہونے کے راستے ہموار ہوں اسلام میں اس سے جداگانہ روحانیت کا تصور قابل قبول نہیں، البتہ اتنا ضرور ہے کہ روح کو نفسی قوتوں کی پر عملی سے بچانے کے لئے ابتدا میں کچھ عرصہ کے لئے فرد کو ذکر و فکر کے مجاہدوں اور عبادت کے لئے یکسو ہونا پڑتا ہے۔ یا اس کے لئے کچھ زیادہ وقت دینا پڑتا ہے، تاکہ روح یکسو ہو کر ذکر و فکر کے ذریعہ نفسی قوتوں کے مقابلہ کے ذریعہ ان پر فتیابی حاصل کر سکے اور زندگی کے سارے مسائل میں محبوب حقیقی کے تعلیمات کے مطابق عمل پیرا ہونے کا اس کا ملکہ مستحکم ہو سکے۔ اسلامی روحانیت و تزکیہ کا یہ تصور ایسا ہے جو صاف وشفاف ہے۔
اور وہ جامع تصور ہے، اس سے اسلام کے سارے تقاضے پورے ہوتے ہیں۔ صحیح روحانیت کا یہ تصور ایسا ہے، جو اسلام سے وابستہ سارے طبقوں اور گروہوں کے لئے قابل قبول ہو سکتا ہے، اسلام کے روحانیت کے اس تصور سے روحانیت، تزکیہ واصلاح نفس کے نام پر دوسارے سلسلہ کا عدم ہو جاتے ہیں، جو توحید درسالت آخرت سے صحیح عقاط، نماز، روزوحج زکوۃ اور جہاد کی بنیادی تعلیمات سے خالی ہیں۔

حوالہ جات

i خلدون، ابن، علامہ، عبدالرحمان۔ مقدمہ ابن خلدون، (لاہور: نفیس اکیڈمی)مترجم: علامہ راغب رحمانی دہلوی ص:241

ii الذاریات 56:51

iii قرآن پاک، سورہ الذاریات، آیت 56، ابن کثیر الدمشقی، اسماعیل بن عباد. البداية والنهاية. (بیروت: دار الفکر، 1986ء)، جلد 1، صفحہ 234

iv الملك 2:67

v عماد الدین، حافظ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر ،(مکتبہ اسلامیہ پرنٹرز، 2009ء) مترجم: جونا گڑھی، محمد،ص:213

vi البقرة 30:2

vii بخاری، محمد بن اسماعیل. صحیح بخاری. کتاب الایمان، باب احب الدین الی الله ادومہ وان قل، حدیث نمبر 6464۔

viii مسلم بن الحجاج. صحیح مسلم. کتاب الجنت و صفت نعیمها و اهلها، باب خلق الانسان فی بطن امہ، حدیث نمبر 2865۔

ix عماد الدین، حافظ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر(مکتبہ اسلامیہ پرنٹرز، 2009ء) مترجم: جونا گڑھی، محمد ص:210

x الرعد 28:13

xi العنکبوت 64:29

xii الحجرات 49:13

xiii النحل، 16:90

xiv مودودیؒ، مولانا ، خلافت و ملوکیت،(معراج دینی پرنٹرز، اداره ترجمان القرآن، لاہور، مارچ 2005ء)ص:133

xv المجادلة، 58:11

xvi الازہری، پیر کرم شاہ، تفسیر ضیاء القرآن، (ضیاء القرآن پبلی کیشنز ، تخلیق مرکز پرنٹر ، لاہور، 2011ء)ص:45

xvii الذاریات56:51

xviii الانفال02:08

xix المؤمن08:40

xx العلق08:96

xxi آل عمران200:03

xxii ابن ماجہ ابو عبد الله محمد بن یزید الربعي القزوینی، سنن ابن ماجه، سنت کیا ہمیت و فضلیت ، ب : 45 ، ح : 252

xxiii الترمذي أبو عيسى محمد بن عيسى ،سنن ترمذي، زہد، ورع، تقوی اور پرہیز گاری،ب:16، ح:2324

xxiv اقبال، علامہ محمد اقبال. بانگِ درا. لاہور: 1935 ،ص:16

xxv Mandela, Nelson. Long Walk to Freedom: The Autobiography of Nelson Mandela. London: Abacus, 1995.

xxvi بھٹو، محمد موسیٰ، مادیت کی دلدل اور بچاؤ کی تدابیر ، یادگار پرنٹنگ پریس حیدر آباد ، ستمبر 2018ء، ص: 13

xxvii بھٹو، محمد موسیٰ، مادیت کی دلدل اور بچاؤ کی تدابیر ، (: سندھ نیشنل اکیڈمی ٹرسٹ، 04ستمبر 2018ء)ص: 14